مشاہدات۔1343

ابو سعید حنیف احمد محمود۔برطانیہ

تقریر

تقریر بابت اللہ تعالیٰ

وقت 5-7 منٹ

ذکر خدا پہ زور دے ظلمتِ دل مٹائے جا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد: 28-29)

وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہتے ہیں کیوں نہ اس پر اس کے ربّ کی طرف سے کوئی ایک نشان ہی اُتارا گیا۔ تو کہہ دے یقیناً اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ ٹھہراتا ہے اور اپنی طرف (صرف) اسے ہدایت دیتا ہے جو (اس کی طرف) جھکتا ہے۔ (یعنی) وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ سنو! اللہ ہی کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں۔

ذکر خدا پہ زور دے ظلمتِ دل مٹائے جا
گوہرِ شب چراغ بن دنیا میں جگمگائے جا
خالی امید ہے فضول سعیٔ عمل بھی چاہیے
ہاتھ بھی تو ہلائے جا، آس کو بھی بڑھائے جا
کشورِ دل کو چھوڑ کر جائیں گے وہ بھلا کہاں؟
آئیں گے وہ یہاں ضرور تو انہیں بس بلائے جا
منزلِ عشق ہے کٹھن راہ میں راہزن بھی ہیں
پیچھے نہ مڑ کے دیکھ تُو آگے قدم بڑھائے جا

(کلام محمود)

سامعین کرام! میری آج کی تقریر کا عنوان حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے شعر کا ایک مصرع ہے۔ **"ذکر خدا پہ زور دے ظلمتِ دل مٹائے جا"**

سامعین! ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ

(بخاری کتاب الدعوات باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ حدیث نمبر 6407)

یعنی ذکرِ الٰہی کرنے والے اور ذکرِ الٰہی نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مُردہ کی طرح ہے۔

ایک اور موقع پر فرمایا: مَثَلُ الْبَيْتِ الَّذِي يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيهِ وَالَّذِي لَا يُذْكَرُ فِيهِ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ

(مسلم کتاب الصلاۃ باب استحباب صلاۃ النافلہ فی بیتہ)

یعنی جس گھر میں خدا کا ذکر کیا جاتا ہے اور جس گھر میں خدا کا ذکر نہیں کیا جاتا ان کی مثال زندہ اور مُردہ کی طرح ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:
معاذ! خدا تعالیٰ کی قسم! مجھے تم سے محبت ہے۔ مَیں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ کسی نماز کے بعد یہ دعا چھوٹنے نہ پائے۔
اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ
اے میرے اللہ! میری مدد فرما کہ تیرا ذکر کروں، تیرا شکر ادا کروں اور عمدگی سے تیری عبادت بجالاؤں۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی الاستغفار)

سامعین! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
بَشِّرِ الْمَشَّائِیْنَ فِی الظُّلَمِ اِلَی الْمَسَاجِدِ

(جامع ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب فضل العشاء۔ حدیث نمبر:223)

کہ اندھیروں کے اوقات میں مسجدوں کی طرف جانے والوں کو قیامت کے دن نورِ تام کی بشارت دو۔
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
اَلدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ وَعِمَادُ الدِّیْنِ وَنُوْرُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ

(مستدرک حاکم کتاب الدعاء جلد نمبر 1 حدیث نمبر:1812)

کہ دعا مؤمن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے اور آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔
سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:
”قرآن شریف میں تو آیا ہے۔ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (الانفال:46) اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرو تاکہ فلاح پاؤ۔
اب یہ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا نماز کے بعد ہی ہے تو 33 مرتبہ تو کثیر کے اندر نہیں آتا۔ پس یاد رکھو کہ 33 مرتبہ والی بات حسبِ مراتب ہے ورنہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو سچے ذوق اور لذّت سے یاد کرتا ہے اُسے شمار سے کیا کام۔ وہ تو بیرون از شمار یاد کرے گا۔
ایک عورت کا قصّہ مشہور ہے کہ وہ کسی پر عاشق تھی۔ اُس نے ایک فقیر کو دیکھا کہ وہ تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے پھیر رہا ہے اس عورت نے اُس سے پوچھا کہ تو کیا کر رہا ہے؟ اُس نے کہا کہ مَیں اپنے یار کو یاد کرتا ہوں۔ عورت نے کہا کہ یار کو یاد کرنا اور پھر گِن گِن کر؟
درحقیقت یہ بات بالکل سچی ہے کہ یار کو یاد کرنا ہو تو پھر گِن گِن کر کیا یاد کرنا ہے اور اصل بات یہی ہے کہ جب تک ذکرِ الٰہی کثرت سے نہ ہو وہ لذّت اور ذوق جو اس ذکر میں رکھا گیا ہے حاصل نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو 33 مرتبہ فرمایا ہے وہ آنی اور شخصی بات ہوگی کہ کوئی شخص ذکر نہ کرتا ہوگا تو آپؐ نے اُسے فرمادیا کہ 33 مرتبہ کر لیا کر اور یہ تو تسبیح ہاتھ میں لے کر بیٹھتے ہیں۔ یہ مسئلہ بالکل غلط ہے۔ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے آشنا ہو تو اُسے معلوم ہوجائے گا کہ آپؐ نے کبھی ایسی باتوں کا التزام نہیں کیا وہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں فنا تھے۔ انسان کو تعجّب آتا ہے کہ کس مقام اور درجہ پر آپ پہنچے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے۔ رات کو جب میری آنکھ کھلی تو مَیں نے آپؐ کو اپنے بستر پر نہ پایا۔ مجھے خیال گذرا کہ کسی دوسری بیوی کے گھر میں ہوں گے۔ چنانچہ مَیں نے سب گھروں میں دیکھا مگر آپؐ کو نہ پایا۔ پھر مَیں باہر نکلی تو قبرستان میں دیکھا کہ آپؐ سفید چادر کی طرح پر زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور سجدہ میں گرے ہوئے کہہ رہے ہیں سَجَدَتْ لَكَ رُوْحِیْ وَجَنَانِیْ۔ اب بتاؤ کہ یہ مقام اور مرتبہ 33 مرتبہ کی دانہ شماری سے پیدا ہوجاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔
جب انسان میں اللہ تعالیٰ کی محبت جوش زن ہوتی ہے تو اس کا دل سمندر کی طرح موجیں مارتا ہے۔ وہ ذکرِ الٰہی کرنے میں بے انتہا جوش اپنے اندر پاتا ہے اور پھر گِن کر ذکر کرنا تو کفر سمجھتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ عارف کے دل میں جو بات ہوتی ہے اور جو تعلق اپنے محبوب ومولا سے اُسے ہوتا ہے وہ کبھی روا رکھ سکتا ہی نہیں کہ تسبیح لے کر دانہ شماری کرے۔ کسی نے کہا ہے

؎ مَن کا منکا صاف کر

انسان کو چاہیے کہ اپنے دل کو صاف کرے اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کرے تب وہ کیفیت پیدا ہو گی اور ان دانہ شماریوں کو ہیچ سمجھے گا۔"

(ملفوظات جلد7 صفحہ 19-20 ایڈیشن1984ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ کا منشا ہے کہ انسان توبہ نصوح کرے اور دعا کرے کہ اس سے گناہ سرزد نہ ہو۔ نہ آخرت میں رسوا ہو نہ دنیا میں۔ جب تک انسان سمجھ کر بات نہ کرے اور تذلّل اس میں نہ ہو تو خدا تک وہ بات نہیں پہنچتی۔ صوفیوں نے لکھا ہے کہ اگر چالیس دن گزر جاویں اور خدا کی راہ میں رونا نہ آوے تو دل سخت ہو جاتا ہے۔ تو سختی قلب کا کفّارہ یہی ہے کہ انسان رووے۔ اس کے لئے محرّکات ہوتے ہیں۔ انسان نظر ڈال کر دیکھے کہ اس نے کیا بنایا ہے اور اس کی عمر کا کیا حال ہے۔ دیگر گذشتگان پر نظر ڈالے۔ پھر انسان کا دل لرزاں و ترساں ہوتا ہے۔

جو شخص دعویٰ سے کہتا ہے کہ مَیں گناہ سے بچتا ہوں وہ جھوٹا ہے۔ جہاں شیرینی ہوتی ہے وہاں چیونٹیاں ضرور آتی ہیں۔ اسی طرح نفس کے تقاضے تو ساتھ لگے ہی ہیں ان سے نجات کیا ہو سکتی ہے؟ خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت کا ہاتھ نہ ہو تو انسان گناہ سے نہیں بچ سکتا نہ کوئی نبی نہ ولی اور نہ ان کے لئے یہ فخر کا مقام ہے کہ ہم سے گناہ سرزد نہیں ہوتا بلکہ وہ ہمیشہ خدا تعالیٰ کا فضل مانگتے تھے اور نبیوں کے استغفار کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل کا ہاتھ ان پر رہے ورنہ اگر انسان اپنے نفس پر چھوڑا جاوے تو وہ ہرگز معصوم اور محفوظ نہیں ہو سکتا۔ اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ۔ اور دوسری دعائیں بھی استغفار کے اسی مطلب کو بتلاتی ہیں۔ عبودیت کا سِرّ یہی ہے کہ انسان خدا کی پناہ کے نیچے اپنے آپ کو لے آوے۔ جو خدا کی پناہ نہیں چاہتا وہ مغرور اور متکبّر ہے۔"

(ملفوظات جلد6 صفحہ 21 ایڈیشن1984ء)

فرمایا:

"قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ایسی شئے ہے جو قلوب کو اطمینان عطا کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:29) پس جہاں تک ممکن ہو ذکر الٰہی کرتا رہے اسی سے اطمینان حاصل ہو گا۔ ہاں اس کے واسطے صبر اور محنت درکار ہے۔ اگر گھبرا جاتا اور تھک جاتا ہے تو پھر یہ اطمینان نصیب نہیں ہو سکتا… مؤمن جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک تعلق پیدا کر کے استقامت اور صبر کا نمونہ دکھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس پر مہربانی کرتا ہے اور اسے وہ ذوق شوق اور معرفت عطا کرتا ہے جس کا وہ طالب ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد7 صفحہ 311-312، ایڈیشن1984ء)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"قرآن کریم میں فرشتوں کے متعلق آتا ہے کہ وہ اپنے ربّ کے حکم سے اُترتے ہیں اور ربّ کا حکم اُسی شخص کے لیے نازل ہوتا ہے جو ربّ کا ہو جاتا ہے اور جب کوئی شخص ربّ کا ہو جاتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کہہ دیتا ہے کہ اس نے تو اپنے آپ کو میرے ہاتھ میں دے دیا ہے اور چونکہ اس نے اپنے آپ کو میرے ہاتھ میں دے دیا ہے اس لیے مجازی طور پر وہ مَیں بن گیا ہوں۔ اس لیے تم بھی مجازی طور پر اس کو سجدہ کرو یعنی اس کی اطاعت کرو۔ جو وہ کرتا ہے وہی تم کرو۔ جس سے وہ تمہیں روکتا ہے اُس سے رُک جاؤ۔ ہوتے ہوتے ایسا انسان اپنے دشمنوں پر غالب آجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کی تائید اور نصرت کے سامان پیدا کر دیتا ہے اور وہ دنیا میں خدا تعالیٰ کے نام کو پھیلا دیتا ہے۔ اُس کی محبت کو لوگوں کے دلوں پر غالب کر دیتا ہے اور وہ باتیں جو بظاہر ناممکن نظر آتی ہیں اُس کے ہاتھوں سے وہ ممکن ہو جاتی ہیں اور وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے دین کو مٹانا چاہتے ہیں اُس سے ٹکرا کر خود مٹ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے لوگوں کے دلوں میں تحریک کرتے ہیں کہ جاؤ اور اس کے ساتھ مل جاؤ… قرآن کریم میں فرشتوں کے متعلق جو یہ آتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں اُترتے (القدر:5) اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ تم مجازی خدا بن جاؤ کیونکہ جب تم مجازی خدا بن جاؤ گے تو فرشتے تمہاری مدد کے لیے اُتر آئیں گے اور جب کسی کی مدد کے لیے خدا تعالیٰ کے فرشتے اُتر آئیں تو اُس کی کامیابی میں شبہ ہی کیا ہو سکتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 25/ نومبر 1955ء، الفضل 22/ دسمبر 1955ء)

سامعین! پھر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"دنیا میں کسی عزیز یا باپ کو یاد رکھنے کا یہی طریق ہوتا ہے کہ اُسے بار بار یاد کیا جائے۔ جیسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

گاہے گاہے باز خواں ایں قصّہ پارینہ را

اگر کسی کو یاد رکھنا ہو تو پُرانا قصّہ کبھی کبھی دُہرا لینا چاہیے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السّلام، حضرت ابراہیم علیہ السّلام، حضرت اسحاق، حضرت اسماعیل، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ حضرت داوٗد، حضرت عیسیٰ علیہم السَّلامُ اور دوسرے نبیوں کا ذکر کرتا ہے اور بعض نبیوں کا بار بار ذکر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ یورپین مصنّفین نے اعتراض کیا ہے کہ قرآن کریم میں تکرار پایا جاتا ہے جس سے ہمارا دل اُچاٹ ہو جاتا ہے۔ جہاں تک عقل کا تعلق ہے اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ اِس تکرار کی وجہ سے ان کا دِل اُچاٹ ہو جاتا ہو گا لیکن جہاں تک دل کا تعلق ہے اس تکرار سے دل اُچاٹ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا... ماں اپنے بچہ کو چُومنا شروع کرتی ہے اور بعض دفعہ اِتنا چُومتی ہے کہ اُس کا چہرہ لال ہو جاتا ہے... پس جہاں تک عقل کا سوال ہے قرآن کریم میں یہ بات دیکھ کر طبیعت زِچ ہو گی کہ سلیمان کے ساتھ یوں واقعہ پیش آیا، داوٗدؑ کے ساتھ یوں ہوا۔ پھر دس صفحے آگے چل کر لکھا ہوا ہوتا ہے کہ ابراہیمؑ کے ساتھ یوں ہوا، موسیٰؑ کے ساتھ یوں ہوا، عیسیٰؑ کے ساتھ یوں ہوا۔ ایک دو دفعہ تو انسان اِس بات کو برداشت کر لیتا ہے لیکن پندرہ سولہ صفحات کے بعد پھر یہ لکھا ہوتا ہے کہ موسیٰؑ کے ساتھ یوں ہوا، داوٗدؑ کے ساتھ یوں ہوا، سلیمانؑ نے یہ یہ قربانیاں کیں، عیسیٰؑ نے یہ یہ قربانیاں کیں، لوگوں نے فلاں فلاں نبی کے ساتھ یوں کیا۔ غرض جو شخص عقلی طور پر قرآن کریم کو دیکھتا ہے لیکن اُس کی عادت نہیں کہ یہ کہہ سکے کہ ہر جگہ ایک نئی غرض کے لیے ہر واقعہ بتایا گیا ہے وہ ظاہر پر نظر کر کے کہتا ہے اِس میں تکرار پائی جاتی ہے۔ لیکن جو شخص قرآن کریم کو اِس خیال سے پڑھتا ہے کہ یہ کتاب اُس کی اصلاح اور اُس کے اندر خاص جذبات پیدا کرنے کے لیے آئی ہے (خواہ وہ ان باریکیوں کا عارف نہ ہو) وہ اسے بالکل اَور نقطہ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ قرآن کریم کو اُس نقطہ نگاہ سے دیکھتا ہے جس نقطہ نگاہ سے بچہ ماں کو دیکھتا ہے اور اس کی پیاری باتوں کو سنتا ہے... جو شخص قرآن کریم کو اِس خیال سے پڑھتا ہے کہ وہ اُس کے اندر نئے جذبات پیدا کرتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ یہ روحانی باپ ہے، روحانی ماں ہے جو اپنے بچہ کے ساتھ گہرے تعلقات کا اظہار کر رہا ہے وہ اِس بات پر گھبرائے گا نہیں کہ قرآن کریم حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور دیگر نبیوں کا بار بار ذکر کیوں کرتا ہے بلکہ وہ کہے گا کہ اگر وہ ان کا بیس دفعہ اَور ذکر کر دیتا تو بہتر ہوتا۔ ماں بچہ کو بار بار چومتی اور جانی جانی کہتی ہے۔ ایک منطقی یہ کہے گا کہ وہ کیوں ایسا کرتی ہے؟ لیکن بچہ ماں کے چھوڑ دینے پر سہما سہما پھرے گا کہ شاید اُس کی ماں اُس پر ناراض ہو گئی ہے۔ دونوں کے نقطہ نگاہ کا فرق ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ حضرت اسحاق، حضرت اسماعیل، حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور دیگر نبیوں کا بار بار ذکر کرتا ہے تو وہ اپنے اُس تعلق کو جو اُسے اپنے بندوں سے ہے ظاہر کرنے کے لیے ایسا کرتا ہے۔

پھر اس میں ہمیں سبق دیا گیا ہے کہ کسی کے ساتھ محبت کے تعلّقات بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ اُس کا بار بار ذکر کیا جائے... یہی حال قرآن کا ہے۔ قرآن کریم ایک طرف تو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور دیگر انبیاء کے واقعات بیان کر کے اُن سے اپنی محبت کے تعلّقات کا اظہار کرتا ہے اور دوسری طرف وہ ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ تم بھی انہیں دُہراؤ۔ یہاں تک کہ تمہیں محسوس ہو جائے کہ خدا تعالیٰ نے جس طرح حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور دیگر انبیاء کو چھوڑا نہیں اُسی طرح وہ تمہیں بھی نہیں چھوڑے گا۔

انبیائے بنی اسرائیل کی کتابوں میں وعظ بھی ہوتا ہے اور الہام بھی ہوتے ہیں۔ تورات بھی ساری کی ساری الہام نہیں۔ اس میں سے اکثر حصہ وعظ ہے۔ اِس میں یہی آتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ابراہیم کے ساتھ یوں کیا، موسیٰ کے ساتھ یوں کیا، داوٗد کے ساتھ یوں کیا تمہارے ساتھ بھی وہ ایسا ہی کرے گا۔ اُس نے حضرت اسحاق علیہ السّلام کے ساتھ یوں کیا، اس نے حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کے ساتھ یوں کیا وہ تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی کرے گا۔ انہوں نے اِس سے سبق سیکھا اور خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلّقات کو ظاہر کیا تھا۔ تم بھی اِس سے سبق حاصل کرو اور خدا تعالیٰ کی محبت کو بڑھاؤ۔

مَیں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت طبعی سبقوں کی طرف کم توجہ کرتی ہے اور دنیوی فلسفیوں کی طرف زیادہ توجہ رکھتی ہے۔ ہماری جماعت کے کتنے واعظ ہیں جن کے وعظوں میں اِس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت اسماعیل، حضرت یوسف اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کی طرح تمہیں بھی نہیں چھوڑے گا۔ کتنے واعظ ہیں جو اِن واقعات کو بیان کر کے یہ بتاتے ہوں کہ وہ خدا جس نے فلاں موقع پر نشان دکھائے اب بھی تمہارے حق میں اپنے محبت بھرے تعلّقات کا اظہار کرے گا۔ دُور نہ جاؤ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات اور نشانات کے دہرانے سے بھی ایمان بڑھتا ہے۔ جس طرح بار بار کے یاد کرنے

سے ایک چہرہ سامنے آ جاتا ہے اِسی طرح ان نشانات اور معجزات کے پڑھنے سے ایک ایماندار کا دل دھڑکنے لگ جاتا ہے۔ بھول جاؤ مخالفت کو۔ کیونکہ تمہارا بھی وہی خدا ہے جو حضرت یعقوب علیہ السّلام کا خدا تھا، جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا خدا تھا، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا تھا یا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خدا تھا اور درمیان میں جو دوسرے بزرگ گزرے ہیں اُن کا خدا تھا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ تمہارے حق میں بھی وہی نشانات دکھائے جو اس نے ان نبیوں اور بزرگوں کے حق میں دکھائے تھے تو اِن واقعات کو بار بار دہراؤ۔

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

قرآن کریم نے ہمیں یہ سبق دیا ہے۔ اگر ایک دفعہ بات کرنا کافی ہوتی تو وہ ان واقعات کو بار بار نہ دہراتا۔ وہ تو اِن واقعات کو اِتنا دہراتا ہے کہ یورپین مصنّفین کا قرآن کریم پر سب سے بڑا یہ اعتراض ہے کہ اِس میں تکرار پایا جاتا ہے۔ بے شک انہیں قرآن کریم پر یہ اعتراض ہونا چاہیے کیونکہ وہ غیر ہیں۔ غیر جب ماں کو بچہ کے ساتھ پیار کرتے دیکھتا ہے، اُس کے پیار کی باتوں کو سنتا ہے تو کہتا ہے ایک دفعہ ہو گیا یہ کیا بار بار ایک ہی بات کو دہرایا جاتا ہے۔ آخر کوئی حساب بھی ہو۔ لیکن ماں اُسے اس نقطہ نگاہ سے نہیں دیکھتی جس نقطہ نگاہ سے اُسے غیر دیکھتا ہے۔

تمہیں بھی قرآن کریم کو غیر کے نقطہ نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ اُسی طرح دیکھنا چاہیے جس طرح بچہ ماں کی پیار بھری باتوں کو سنتا ہے اور اس کی محبت کو محسوس کرتا ہے۔ جس طرح ماں جب بچہ سے پیار کرتی ہے تو فطرت اُسے سبق دیتی ہے کہ بڑے ہو کر تمہیں بھی اپنے بچوں کی محبت حاصل کرنے اور ان کے حوصلوں کو بلند کرنے کے لیے ایسا کرنا ہوگا۔

اسی طرح تمہیں بھی یاد رکھنا چاہیے کہ تمہارے اندر بھی ایمان اُسی وقت پیدا ہوگا جب تم اِن واقعات کو دہرانے لگ جاؤ گے، تم اپنی مجلسوں اور اپنے گھروں میں بار بار بیان کرو کہ جو خدا حضرت اسحاق علیہ السّلام، حضرت موسیٰ علیہ السّلام، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور دیگر انبیاء کا تھا وہی خدا تمہارا ہے۔ جس طرح خدا نے اپنے ان پیارے بندوں کو نہیں چھوڑا تھا تم بھی اگر اُس کے ساتھ ویسے تعلّقات پیدا کر لوگے تو وہ تمہیں بھی نہیں چھوڑے گا۔

جب تمہاری مجلسوں اور تمہارے گھروں میں اِس بات کا چرچا شروع ہو جائے گا تو ہر بچہ کے اندر یہ یقین پیدا ہوگا کہ ہمارے خدا نے یوں کہا ہے۔

پس اِن باتوں کو بار بار دہراؤ، عورتیں، علماء، واعظ، اساتذہ اور مصنف سب اِن باتوں کو دہرائیں۔ بار بار ان باتوں کو ذہن میں لائیں اور لوگوں کے سامنے بیان کریں تا وہ حقیقت کہ جس سے زیادہ رحمت کسی فرد پر ہو نہیں سکتی دلوں میں گھر کر جائے۔ اور رات دن یہ بات تمہارے سامنے رہے کہ ایک زندہ خدا ایک ہاتھ میں تلوار برہنہ لیے اور ایک ہاتھ میں رحمت کا پانی لیے تمہارے سر پر کھڑا ہے۔ مخالفت کرنے والا اُس کی تلوار کو گردن پر لے لیتا ہے اور اُس سے محبت کرنے والا اُس کی رحمت کو جذب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔"

(خطبات محمود جلد 32 صفحہ 98-102)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"احسن بات اُس وقت ہوگی، نیکیوں میں بڑھنے اور شیطان سے بچنے کی حالت بھی اُس وقت ہوگی جب اللہ تعالیٰ کی مدد بھی شاملِ حال ہوگی۔ اُس سے دعاؤں کے ساتھ ہدایت طلب کرتے ہوئے اُس کے احکام کی تلاش اور شیطان سے بچنے کی کوشش ہوگی۔"

(خطبہ جمعہ 18/ اکتوبر 2013ء)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی نصیحت پر مَیں اپنی گزارشات کو ختم کرتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں:

"دعاؤں کی قبولیت کے لئے یہ انتہائی ضروری چیز ہے کہ سب ذاتی رنجشوں اور کدورتوں کو بھلا دیا جائے"

(خطبہ جمعہ 29/ دسمبر 2017ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود)